نحن انصار اللہ

مجلس انصار اللہ کینیڈا کا تعلیمی، تربیتی اور دینی مجلّہ

”یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردیٔ اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر یک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔“

جلد ۲۳ ، شمارہ نمبر ۱

جمادی الاول تا شعبان ۱۴۴۳ء

جنوری تا مارچ ۲۰۲۲ء

اقتباس حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ

”..... در حقیقت کام کرنے والی جماعت کی علامت بھی یہی ہے کہ بغیر لوگوں کو بتانے اور ان کا علم دینے کے وہ خود بخود معلوم کرلیں کہ یہاں کوئی کام کرنے والی جماعت موجود ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ ایک بِھڑ گھر میں آ جائے تو کس طرح گھر کے ہر فرد کو معلوم ہو جاتا ہے کہ گھر کے اندر کوئی بھڑ آگئی ہے، وہ کبھی ایک کی طرف ڈسنے کے لئے جاتی ہے اور کبھی دوسرے کی طرف ڈسنے کے لیے بڑھتی ہے اور گھر بھر میں شور مچ جاتا ہے کہ اس بھڑ کو مارو، یہ کسی کو کاٹ نہ لے۔ ایک شہد کی مکھی گھر میں آ جائے تو چاروں طرف اس سے بچنے کے لئے پگڑیاں اور ہاتھ اور پنکھے اور رومال وغیرہ ہلنے لگ جاتے ہیں۔ ایک پھول کسی گھر میں لگا ہوا ہو تو تمام گھر کے افراد کو اس کے وجود کا احساس ہو جاتا ہے اور ہر شخص کے ناک میں جب ہوا داخل ہوتی ہے وہ فورًا ناک سمجھ جاتا ہے کہ اس گھر میں گلاب لگا ہوا ہے یا موتیا لگا ہوا ہے یا چنبیلی کا پودا لگا ہوا ہے۔ تو زندگی کے آثار ہونے ضروری ہیں، ان آثار کے بغیر کوئی شخص زندہ نہیں کہلا سکتا، چاہے بظاہر وہ زندہ ہی دکھائی دے۔ جب کوئی شخص اس دنیا میں آتا ہے تو اسے دنیا میں اپنی زندگی کا کوئی ثبوت دینا چاہیے اور ایسے نقوش چھوڑنے چاہییں جن سے دنیا اس کی زندگی کا احساس کر سکے اور اسے معلوم ہو کہ اس دنیا میں فلاں شخص آیا تھا اور اس نے فلاں فلاں کام کیا۔ پس کام کرنے والی جماعت وہ نہیں ہو سکتی جو چند رپورٹیں شائع کر دے بلکہ کام کرنے والی جماعت وہ کہلا سکتی ہے کہ جب کوئی غیر شخص قادیان میں آئے تو بغیر اس کے کہ اُسے کوئی بتائے کہ یہاں خدام الاحمدیہ یا انصار اللہ کی جماعتیں ہیں، اسے خود بخود محسوس ہونے لگے کہ یہاں کوئی کام کرنے والی جماعت موجود ہے۔ جب کوئی لاہور میں جائے یا امرتسر میں جائے یا اور کسی شہر میں جائے تو اس شہر میں داخل ہوتے ہی اسے محسوس ہونے لگ جائے کہ وہ کسی ایسے شہر میں آیا ہے جہاں کوئی نمایاں کام کرنے والی زندہ جماعت موجود ہے .... یہ چیز ہے جو میں انصار اللہ میں پیدا کرنا چاہتا ہوں....“

(سبیل الرشاد حصہ اول ۸۱،۸۲۔ خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۲ اکتوبر ۱۹۴۳ء)

نحنُ انصاراللہ

جلد ۲۳ ، شمارہ نمبرا
مجلس انصاراللہ کینیڈا کا تعلیمی، تربیتی اوردینی مجلّہ
جنوری تا مارچ ۲۰۲۲ء

نگران
عبدالحمید وڑائچ
صدر مجلس انصاراللہ کینیڈا

مدیرِ اعلیٰ
ناصر احمد
نائب صدر مجلس انصاراللہ کینیڈا

مدیر
مولانا غلام مصباح بلوچ
نائب صدر صفِ دوم مجلس انصاراللہ کینیڈا

معاون
صفی راجپوت

مینیجر
کاشف بن ارشد
ایڈیشنل قائد اشاعت مجلس انصاراللہ کینیڈا

تزئین و زیبائش
مسعوداحمد

مجلس انصاراللہ کینیڈا

رابطہ : www.nahnuansarullah.ca Tel: 905-417-1800 ishaat@ansar.com بین الاقوامی اشاعت حوالہ نمبر ISSN 2560-8878 (Online) ISSN 2560-886X (Print)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾

وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْۤا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

(سورۃ التوبہ آیت ۱۱۹ تا ۱۲۲)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ اہل مدینہ کے لئے اور ان کے ارد گرد بسنے والے بادیہ نشینوں کے لئے جائز نہ تھا کہ اللہ کے رسول کو چھوڑ کر پیچھے رہ جاتے، اور نہ ہی یہ مناسب تھا کہ اس کی ذات کے مقابل پر اپنے آپ کو پسند کرلیتے۔ (یہ نفوس کی قربانی لازم تھی) کیونکہ حقیقت یہی ہے کہ انہیں اللہ کی راہ میں کوئی پیاس اور کوئی مشقت اور کوئی بھوک کی مصیبت نہیں پہنچتی اور نہ ہی وہ ایسے رستوں پر چلتے ہیں جن پر (ان کا) چلنا کفار کو غصہ دلاتا ہے اور نہ ہی وہ دشمن سے (دورانِ قتال) کچھ حاصل کرتے ہیں مگر ضرور اس کے بدلے ان کے حق میں ایک نیک عمل لکھ دیا جاتا ہے۔ اللہ احسان کرنے والوں کا اجر ہر گز ضائع نہیں کرتا۔

اسی طرح وہ نہ کوئی چھوٹا خرچ کرتے ہیں اور نہ کوئی بڑا اور نہ ہی کسی وادی کی مسافت طے کرتے ہیں مگر (یہ فعل) ان کے حق میں لکھ دیا جاتا ہے۔ تاکہ جو بہترین اعمال وہ کیا کرتے تھے اللہ اُنہیں ان کے مطابق جزا دے۔

مومنوں کے لئے ممکن نہیں کہ وہ تمام کے تمام اکٹھے نکل کھڑے ہوں۔ پس ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ ان کے ہر فرقہ میں سے ایک گروہ نکل کھڑا ہو تاکہ وہ دین کا فہم حاصل کریں اور وہ اپنی قوم کو خبردار کریں جب وہ ان کی طرف واپس لوٹیں تاکہ شاید وہ (ہلاکت سے) بچ جائیں۔

حدیثِ نبوی ﷺ

عَنْ أَبِي وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ وَالنَّاسُ مَعَهُ، إِذْ أَقْبَلَ ثَلاَثَةُ نَفَرٍ، فَأَقْبَلَ اثْنَانِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَذَهَبَ وَاحِدٌ، قَالَ فَوَقَفَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَرَأَى فُرْجَةً فِي الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ فِيهَا، وَأَمَّا الآخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ، وَأَمَّا الثَّالِثُ فَأَدْبَرَ ذَاهِبًا، فَلَمَّا فَرَغَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ أَلاَ أُخْبِرُكُمْ عَنِ النَّفَرِ الثَّلاَثَةِ أَمَّا أَحَدُهُمْ فَأَوَى إِلَى اللَّهِ، فَآوَاهُ اللَّهُ، وَأَمَّا الآخَرُ فَاسْتَحْيَا، فَاسْتَحْيَا اللَّهُ مِنْهُ، وَأَمَّا الآخَرُ فَأَعْرَضَ، فَأَعْرَضَ اللَّهُ عَنْهُ

حضرت ابو واقد لیثی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک بار مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور لوگ بھی آپؐ کے ساتھ تھے۔ اسی اثنا میں تین آدمی سامنے آئے، دو آدمی تو سیدھے رسول اللہ ﷺ کی طرف آگئے اور ایک چلا گیا۔ وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر کھڑے ہوگئے۔ اُن میں سے ایک جو تھا اس نے حلقہ میں خالی جگہ دیکھی ، وہ اس میں بیٹھ گیا اور دوسرا جو تھا وہ لوگوں کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا جو تھا وہ پیٹھ پھیر کر چلا گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ فارغ ہوئے تو آپؐ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ان تین آدمیوں کی حالت نہ بتلاؤں؟ ان میں سے ایک نے تو اللہ کے پاس جائے پناہ لی اور اللہ نے اسے پناہ دی اور وہ جو دوسرا تھا تو اس نے شرم کی اور اللہ نے بھی اس سے شرم کی اور جو تیسرا تھا تو اس نے منہ پھیر لیا اور اللہ نے بھی اس سے منہ پھیر لیا۔

(صحیح بخاری کتاب العلم باب مَنْ قَعَدَ حَيْثُ يَنْتَهِي بِهِ الْمَجْلِسُ وَمَنْ رَأَى فُرْجَةً فِي الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ فِيهَا۔ باب نمبر ۸)
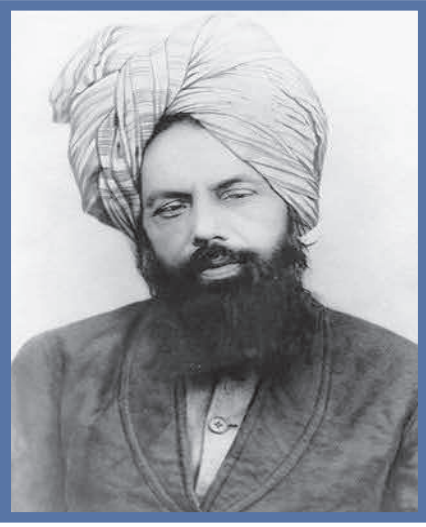
اقتباس

حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام

میں بڑی تاکید سے اپنی جماعت کو جہاں کہیں وہ ہیں، منع کرتا ہوں کہ وہ کسی قسم کا مباحثہ مقابلہ اور مجادلہ نہ کریں۔ اگر کہیں کسی کو درشت اور ناملائم بات سننے کا اتفاق ہو تو اعراض کرے۔ میں بڑے وثوق اور سچے ایمان سے کہتا ہوں کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ ہماری تائید میں آسمان پر خاص تیاری ہو رہی ہے۔ ہماری طرف سے ہر پہلو کے لحاظ سے لوگوں پر حجّت پوری ہوچکی ہے، اس لیے اب خدا تعالیٰ نے اپنی طرف سے اس کاروائی کے کرنے کا ارادہ فرمایا ہے جو وہ اپنی سنتِ قدیم کے موافق اتمام حجت کے بعد کیا کرتا ہے۔ مجھے خوف ہے کہ اگر ہماری جماعت کے لوگ بد زبانیوں اور فضول بحثوں سے باز نہ آئیں گے تو ایسا نہ ہو کہ آسمانی کاروائی میں کوئی تاخیر اور روک پیدا ہوجائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ ہمیشہ اس کا عتاب ان لوگوں پر ہوتا ہے جن پر اس کے فضل اور عطایات بے شمار ہوں اور جنھیں وہ اپنے نشانات دکھا چکا ہوتا ہے، وہ ان لوگوں کی طرف کبھی متوجہ نہیں ہوتا کہ انھیں عتاب یا خطاب یا ملامت کرے جن کے خلاف اس کا آخری فیصلہ نافذ ہونا ہوتا ہے چنانچہ ایک طرف آنحضرت ﷺ کو فرماتا ہے فَاصۡبِرۡ کَمَا صَبَرَ اُولُوا الۡعَزۡمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسۡتَعۡجِلۡ لَّہُمۡ (الاحقاف:۳۶) اور فرماتا ہے وَلَا تَکُنۡ کَصَاحِبِ الۡحُوۡتِ (القلم:۴۹) اور فَاِنِ اسۡتَطَعۡتَ اَنۡ تَبۡتَغِیَ نَفَقًا فِی الۡاَرۡضِ (الانعام:۳۶)۔ یہ حجت آمیز عتاب اس بات پر ہے کہ آنحضرت ﷺ بہت جلد فیصلہ کفار کے حق میں چاہتے تھے مگر خدا تعالیٰ اپنے مصالح اور سُنن کے لحاظ سے بڑے توقف اور حِلم کے ساتھ کام کرتا ہے لیکن آخر کار آنحضرت ﷺ کے دشمنوں کو ایسا کُچلا اور پیسا کہ اُن کا نام و نشان مٹا دیا۔ اسی طرح ممکن ہے کہ ہماری جماعت کے بعض لوگ طرح طرح کی گالیاں، افتراء پردازیاں اور بد زبانیاں خدا تعالیٰ کے سچے سلسلے کی نسبت سُن کر اضطراب اور استعجال میں پڑیں مگر انھیں خدا تعالیٰ کی اس سنت کو جو نبی کریم ﷺ کے ساتھ برتی گئی ہمیشہ ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیے۔ اس لیے میں پھر اور بار بار بتاکید حکم کرتا ہوں کہ جنگ و جدال کے مجمعوں ، تحریکوں اور تقریبوں سے کنارہ کشی کرو۔ اس لیے کہ جو کام تم کرنا چاہتے ہو یعنی دشمنوں پر حجّت پوری کرنا، وہ اب خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔

تمہارا کام اب یہ ہونا چاہیے کہ دعاؤں اور استغفار اور عبادتِ الٰہی اور تزکیہ و تصفیہ نفس میں مشغول ہو جاؤ۔ اس طرح اپنے تئیں مستحق بناؤ خدا تعالیٰ کی عنایات اور توجہات کا جن کا اس نے وعدہ فرمایا ہے۔ اگرچہ خدا تعالیٰ کے میرے ساتھ بڑے بڑے وعدے اور پیشگوئیاں ہیں جن کی نسبت یقین ہے کہ وہ پوری ہوں گی مگر تم خواہ نخواہ اُن پر مغرور نہ ہو جاؤ۔ ہر قسم کے حسد، کینہ، بغض، غیبت اور کبراور رعونت اور فسق و فجور کی ظاہری اور باطنی راہوں اور کسل اور غفلت سے بچو اور خوب یاد رکھو کہ انجام کار ہمیشہ متقیوں کا ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالۡعَاقِبَۃُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ (الاعراف: ۱۲۹) اس لیے متقی بننے کی فکر کرو۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۲۱۱،۲۱۲)

اقتباس

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

اس بات کو سمجھنے کے لئے کہ انصار اللہ کون ہیں؟ آیت (آل عمران: 53) میں آنے والے لفظ حَواری کو سمجھنا چاہیے، اس کو سمجھنا ضروری ہے، یہ لفظ بڑا اہم ہے۔ انصار اللہ بننے کا ادراک اس لفظ کو سمجھنے سے بڑھتا ہے۔ اس لفظ کے معنی کو سمجھ کر ہی اللہ تعالیٰ کے مددگار ہونے کا مطلب واضح ہوتا ہے۔ اس لفظ کے معنی واضح ہوں تو تبھی نَحۡنُ اَنۡصَارُاللّٰہ کی روح کو سمجھ کر انسان یہ نعرہ بلند کرتا ہے۔ پس حواری کے لفظ کے معنی میں پنہاں گہرائی کو سمجھنے کی ہمیں ضرورت ہے۔

حواری کے کئی مطلب ہیں۔ اس کا ایک مطلب یہ ہے جو کپڑوں کو دھوکر صاف اور اُجلا کر دیتا ہے۔ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ جس کو آزمایا جائے تو وہ ہر قسم کی برائیوں اور غلطیوں سے پاک نظر آئے۔ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص جو اخلاص سے بھرا ہوا اور صاف ہو۔ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص جو اپنے مشوروں میں ایماندار اور وفا کو مقدم رکھنے والا ہو۔ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ سچا اور وفادار دوست اور ساتھی۔ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ نبی کا وفادار اور چنیدہ ساتھی، خاص تعلق رکھنے والا ساتھی۔ اس کا ایک ساتواں مطلب یہ ہے کہ خاص مضبوط اور پکا رشتہ اور تعلق رکھنے والا جو کسی طرح ٹوٹنے والا نہیں ہے۔

پس جب ایک انسان ان خصوصیات کا حامل ہو تو تبھی وہ حقیقی حواری کہلائے گا اور تبھی وہ نَحۡنُ اَنۡصَارُاللّٰہ کا حق ادا کرنے والا ہوگا۔ پس یہ باتیں سامنے رکھ کر ہر ایک اپنا جائزہ لے سکتا ہے کہ وہ نَحۡنُ اَنۡصَارُاللّٰہ کا نعرہ لگانے میں کس قدر صادق ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مدد کرنے والے حواری کہلائے کیونکہ وہ ان خصوصیات کے حامل تھے یا ان خصوصیات کے حامل بننے کا عہد کرنے والے تھے اور اس کے لیے کوشش کرتے تھے جنہوں نے اپنے دلوں کی مَیل کو بھی دھویا، تقویٰ پیدا کیا اور دوسروں کے دلوں کی مَیل کو دھونے کا ذریعہ بھی بنے اور پھر اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے ایمان میں بڑھنے اور اپنے وعدے اور عہد کو پورا کرنے کی وجہ سے انہیں برائیوں سے پاک رکھا لیکن جب یہ خصوصیات ختم ہوگئیں، ان کو اپنی دنیاوی ترقیات پر ناز ہونے لگا، اپنی نسلوں میں نیکیاں جاری رکھنے میں وہ سستی کرنے لگے، توحید کے بجائے شرک میں مبتلا ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو روحانی برکات سے محروم کر دیا ......

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا چالیس سال سے اوپر والے افراد جماعت پر یہ احسان ہے کہ انہوں نے آپ کی تنظیم کا نام انصار اللہ رکھا تا کہ اس عمر میں جب ہر لحاظ سے انسان پختہ ہو چکا ہوتا ہے اپنے تجربہ اور صلاحیت سے جماعت کے لیے ایک مفید وجود بن سکے۔ اپنے نمونے قائم کر کے نوجوان نسل کی تربیت کا ذریعہ بن سکے۔ انصار اللہ کے الفاظ یہ احساس دلاتے رہیں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے مددگار بننا ہے۔ ہم نے خدا تعالیٰ کی خاطر اور اس کے دین کی ترویج کے لیے ہر قربانی کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل بھی کرنا ہے اور اپنی نسلوں کو بھی اس کی حکمت اور اہمیت بتا کر عمل کروانے کی نصیحت اور کوشش کرنی ہے۔ دین کے پیغام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لیے مسیح موعود علیہ السلام کا مددگار بننا ہے....

(الفضل انٹرنیشنل 16 اکتوبر ۲۰۱۵ء تا ۲۲ اکتوبر ۲۰۱۵ء صفحہ ۱۴،۱۵)

امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ نیشنل عاملہ مجلس انصار اللہ کینیڈا کی (آن لائن) ملاقات

امام جماعت احمدیہ عالمگیر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 6 نومبر ۲۰۲۱ء کو نیشنل عاملہ مجلس انصار اللہ کینیڈا کے ساتھ آن لائن ملاقات فرمائی۔حضورانور نے اس ملاقات کو اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں قائم ایم ٹی اے سٹوڈیوز سے رونق بخشی جبکہ ممبران مجلس عاملہ نے ایوان طاہر، پیس ویلج کینیڈا سے آن لائن شرکت کی۔

اس ملاقات کا آغاز دعا سے ہوا، جس کے بعد حضورِانور نے جملہ حاضرین سے گفتگو فرمائی،انہیں ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی اور ان کے شعبہ جات کے حوالہ سے ان کی راہنمائی فرمائی۔

حضورانور نے ممبران مجلس عاملہ کو بھرپور توجہ دلائی کہ قبل اس کے کہ وہ دوسروں سے توقع کریں انہیں اپنے مثالی نمونے کے ذریعہ مجلس (انصار اللہ) کے جملہ پروگراموں میں شمولیت اختیار کرنی چاہیے، حضورِانور نے فرمایا کہ اگر ہر سطح پر ممبران مجلس عاملہ ان پروگرامز میں شمولیت اختیار کریں تو شاملین کی تعداد میں اچھا خاصا اضافہ ہو سکتاہےاور دیگر ممبران بھی نتیجۃً زیادہ فعال ہوجائیں گے۔

ہر سطح کے ممبران مجلس عاملہ کو **پنجوقتہ نماز با جماعت ادا کرنے کے حوالہ سے حضورِانور نے فرمایا کہ دعا کے بغیر تو کام میں برکت نہیں پڑ سکتی۔** اگر ان کا خیال ہے کہ ان کی اپنی لیاقت کی وجہ سے، ان کے اپنے علم کی وجہ سے، ان کی اپنی محنت کی وجہ سے کام میں کوئی برکت پڑ جائے گی تو وہ نہیں پڑسکتی جب تک دعا ساتھ نہ ہو۔ اس لیے یہ چیزیں اچھی طرح ذہنوں میں ڈالیں۔ (قائد صاحب تربیت نے عرض کیا کہ) جی حضور ہم منتظمین کے ساتھ بھی اور ریجنل ناظم کے ساتھ بھی باقی ریگولر میٹنگز وغیرہ کرتے ہیں۔

حضورانور نے فرمایا کہ میٹنگز کا کوئی فائدہ نہیں جب تک نتیجہ سامنے نہیں آتا۔ سو فیصد نماز۔ نماز تو سو فیصد ہونی چاہیے۔ ایک عام مسلمان آدمی کو سو فیصد نماز پڑھنے والا ہونا چاہیے کجا یہ کہ عاملہ کے ممبران کہہ دیں کہ جی ہم نے اتنے پرسنٹ (فیصد) پڑھی تو وہ بڑا اچھا رزلٹ ہوگیا۔ یہ تو اچھا رزلٹ نہیں ہے۔ جب آپ لوگ ایک دفعہ یہاں آئے تھے تو یہاں یوکے کا اجتماع ہو رہا تھا۔ اس وقت میں نے اس اجتماع پر جو میرا آخری خطاب تھا،میرا خیال ہے اس وقت بھی آپ لوگوں کو یہ توجہ دلائی تھی کہ نمازوں کی طرف توجہ دیں۔ یاد ہے؟ قائد صاحب تربیت نے عرض کی کہ جی حضور 2015ء میں۔حضورِ انور نے فرمایا:اس تقریر کو دوبارہ سن لیں۔

قائد تربیت نو مبائعین سے گفتگو فرماتے ہوئے جو نومبائعین کی اخلاقی تربیت کے ذمہ دار ہیں، **حضورِانور نے فرمایا کہ ایسے نو مبائعین جو پہلے مسلمان نہیں تھے انہیں سورۃالفاتحہ عربی اور اس کا ترجمہ سکھانا چاہیے اور انہیں نماز پڑھنی بھی سکھا نی چاہیے۔**

قائد تبلیغ سے گفتگو فرماتے ہوئے حضورِانور نے فرمایا کہ ان کے ٹارگٹس بہت بلند ہونے چاہئیں، صرف تب ہی وہ اپنے مقاصد کو پورا کر سکتے ہیں۔قائد صاحب عمومی مجلس انصار اللہ نے سوال کیا کہ بعض دوستوں کو جب کوئی ذمہ داری دینے کی کوشش کرتے ہیں تو وہ آگے سے معذرت کر لیتے ہیں۔

حضورِانور نے فرمایا کہ آپ ذمہ داری دینے کی کوشش کرتے ہیں وہ معذرت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اب یہی تو آپ کے لیے چیلنج ہے کہ کس کی کوشش کامیاب ہوتی ہے۔ بات یہ ہے کہ پہلے دیکھا کریں کہ انسان کوئی ذمہ داری اٹھانے والا ہے بھی کہ نہیں۔ قحط الرجال تو کوئی نہیں پڑا ہوا۔وہاں لوگوں کی کمی تو کوئی نہیں ہے۔ کینیڈا میں لوگ تلاش کریں۔ بعض لوگ، آپ سمجھتے ہیں کہ باتیں کرنے والے بڑے ہیں تو ان کو ذمہ داری دو۔ بعض لوگ ہوتے ہیں صرف باتیں کرنے والے۔ دوسروں کے کام پہ تنقید کرنے والے اور مشورے دینے والے کہ اس کو اس طرح ہونا چاہیے اور اس کو اس طرح ہونا چاہیے۔ جب آپ ان کو کہیں کہ اچھا آؤ بھئی سامنے آؤ، تم کام کرو۔ توکہتے ہیں نہیں نہیں نہیں میرے پاس وقت نہیں ہے۔ ان لوگوں کی عادت ہوتی ہے۔ صرف انہوں نے باتیں کرنی ہیں۔ اس لیے آپ لوگوں کو پریشان ہونے کی ضرورت کوئی نہیں۔ ہاں نئے نئے لوگ تلاش کریں، نئے آنے والے تلاش کریں۔ اب یہاں بھی میں نے دیکھا ہے بعض انصارآپ نے صف دوم کے لیے ہوئے ہیں۔ اگر بڑی عمر کے نہیں آتے تو صف دوم کے انصار کو کہیں کہ وہ آگے آئیں، ان سے کام لیں۔ آپ کی سیکنڈ لائن بھی تیار ہو جائے گی اور ان کی ٹریننگ بھی ہو جائے گی۔ اسی طرح آپ نے جو ایڈیشنل لگائے ہوئے ہیں ان کے ساتھ بہت سارےنائبین بھی لگائے جا سکتے ہیں۔ تو اس طرح بھی تربیت ہو جائے گی۔ تو آئندہ آپ کو کام کرنے والے لوگ مل جائیں گے۔تو زبردستی تو آپ کسی سے کام نہیں لے سکتے۔ اور معیار کیا ہے آپ کا،کیوں آپ ان کو زبردستی دینے کی کوشش کرتے ہیں؟ جس کی خواہش ہی نہیں کہ دینی خدمت کرے اس سے زبردستی آپ خدمت نہیں لے سکتے اس لیے **ایسے لوگ تلاش کریں جو واقعی دین کی خدمت کا جذبہ رکھنے والے ہوں، صرف باتیں کرنے والے نہ ہوں**۔ آپ لوگ باتوں سے متاثر ہو جاتے ہیں، باتوں سے متاثر نہ ہوا کریں لوگوں کا، ہر شخص کا پہلےاچھی طرح گہرائی میں جا کے غور سے مطالعہ کیا کریں اور پھر دیکھیں کہ ہاں اس سے کس قسم کا کام لیا جاسکتا ہے اور پھر کام لینے کی کوشش کریں۔

قائد صاحب صحت جسمانی نے سوال کیا کہ تھوڑا سا‌ایک چیلنج ہے کہ جو خدام الاحمدیہ سے صف دوم میں نئے انصار آتے ہیں ان کی طرف سے کافی push ہوتی ہے کہ ہمیں سپورٹس ٹیم میں جیسے کہ خدام الاحمدیہ میں وہ کھیلتے آرہے ہیں ان کے لیے اس طرح کی کوئی سہولت مہیا کی جائے۔ اس سلسلہ میں حضور آپ کی کوئی ہدایت ہو۔

حضورِانور نے فرمایا کہ انتظام ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ سوال یہ ہے کہ جب وہ آتے ہیں اور کھیلنا چاہتے ہیں اور ان کی خواہش ہے تو انصار اللہ کا کام ہے ان کو گراؤنڈ مہیا کریں جس طرح خدام الاحمدیہ کرتی ہے انتظام۔ ... **حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہی تو فرمایا تھا کہ مجھے سمجھ نہیں آتی۔ ایک شخص جب تک خادم ہوتا ہے بڑا اچھا ایکٹو ہوتا ہے، کام کر رہا ہوتا ہے اور جونہی وہ چالیس سال کا ہوتا ہے، انصاراللہ میں داخل ہوتا ہے تو اس میں سستی پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہے۔** اس لیے اگر وہ چاہے بھی کہ میرے میں سستی پیدا نہ ہو تو انصار اللہ کے جو بڑھے بیٹھے ہوئے ہیں وہ اس کو ست کرنے میں بڑا کردار ادا کرنے لگ جاتے ہیں۔ اب 48کی کوئی عمر تو نہیں ہے کہ آپ کہہ دیں میرا کھیلنے کو دل نہیں چاہتا۔ لوگ پچپن پچپن، ساٹھ ساٹھ سال تک کچھ نہ کچھ کھیلتے رہتے ہیں کوئی نہ کوئی گیم، soccer(فٹ بال) نہ کھیلیں تو بیڈ منٹن کھیل لیں۔ وہ نہیں تو سائیکلنگ کرلیں۔ واک کر لیں،جاگنگ کریں۔ صفِ دوم اس لیے بنائی گئی تھی۔ ان کی ٹیمیں بنائیں، ان کے فٹ بال کی ٹیمیں بنائیں ان کی دوسری کھیلوں کی ٹیمیں بنائیں، ان سے کھلوائیں، ان کے لیے ایکٹوٹیز کا سامان مہیا کریں۔ تو یہ تو صدر صاحب صفِ دوم کا بھی کام ہے ناں، مولانا صاحب آپ بھی اپنی ہمت کریں اور مہیا کریں ان کو۔ ان کے لیے سہولتیں مہیا کرنا یہ آپ لوگوں کا کام ہے تاکہ وہ کھیلیں کیونکہ سست بناتے ہیں آپ لوگ۔ تو ابھی تو آپ لوگ جوان ہیں اتنی جلدی آپ لوگوں نے یہ سوچ لیا کہ ہم چالیس سال کے ہو گئے ہیں، ہم بوڑھے ہوگئے۔ اس لیے صف دوم بنائیَ گئی تھی کہ آپ بوڑھے نہیں ہوئے۔ پچپن ساٹھ سال تک تو آپ بوڑھے کوئی نہیں۔ پچپن سال کے بعد سوچا جائے گا کہ ہاں بوڑھے ہوئے بھی ہیں کہ نہیں۔ تو جوانوں کے جوان بننا ہے تو اس طرح بنیں کہ اپنی ایکٹوٹیز کو تازہ رکھیں جو خدام الاحمدیہ میں کرتے آئے ہیں، ان کو انصار اللہ میں بھی جاری رکھیں۔

قائد صاحب صحت جسمانی نے عرض کی:

حضور انشاء اللہ۔ سائیکل سفر ہم کرتے ہیں۔

(الفضل انٹرنیشنل ۲۳ نومبر ۲۰۲۱ء)

قرآنِ مجید کا اسلوبِ بیان

سہیل احمد ثاقب ۔ قائد تعلیم القرآن مجلس انصاراللہ کینیڈا

اللہ تعالیٰ ہمیشہ انسانیت کی اصلاح اور تربیت کے لیے انبیاء بھیجتا رہا ہے جنھوں نے اللہ تعالیٰ سے براہِ راست رہنمائی پا کر اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی راہوں پر چلنے میں مدد فرمائی۔انسانیت کی ہدایت اور راہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے جب رسولِ کریم ﷺ کو مبعوث کیا تو آپ پر قرآنِ مجید جیسی عظیم کتاب نازل فرمائی۔ یہ کتاب جہاں اپنی تعلیمات اور مضامین کے لحاظ سے اپنے اندر اعجازی تاثیر رکھتی ہے وہاں اپنے اسلوبِ بیان کے ذریعہ بھی پڑھنے والوں کے دلوں پر اعلیٰ درجہ کا اثر ڈالتی ہے۔ زیر نظر مضمون میں قرآنِ مجید کے ایسے ہی مؤثر اسلوبِ بیان کے چند پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

قرآنی بیان الٰہی ہے

قرآنِ کریم کا اسلوبِ بیان کسی انسانی دماغ اور فکر کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ یہ الٰہی بیان ہے۔ چنانچہ سورۃ القیامۃ میں ارشاد ربّانی ہے:

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ۔ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ۔ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ۔ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ (سورۃ القیامۃ، آیات ١٧ تا ٢٠)

یعنی تُو اس کی قرآت کے وقت اپنی زبان کو اس لیے تیز حرکت نہ دے کہ تُو اسے جلد جلد یاد کرے۔ یقیناً اس کا جمع کرنا اور اس کی تلاوت ہماری ذمہ داری ہے۔پس جب ہم اسے پڑھ چکیں تو تُو اس کی قرآت کی پیروی کر۔ پھر یقیناً اس کا واضح بیان بھی ہمارے ہی ذمہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی یہ گواہی ایسی ہے جو قرآنی بیان کے بے نظیر ہونے پر مہر ثبت کرتی ہے۔

قرآنی بیان اُمّ الالسنہ زبان میں ہے

دوسری خوبی جو قرآنی بیان کو باقی دوسری کتب سے ممتاز کرتی ہے وہ اس کا عربی زبان میں نازل ہونا ہے۔ عربی زبان الہامی اور مفردات کے عظیم الشان نظام کی وجہ سے ''اُمّ الالسنہ'' کا درجہ رکھتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (سورۃ یوسف :٢) یعنی ہم نے قرآنِ کریم کو عربی زبان میں نازل کیا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔

اُمّ الکتاب کا امّ الالسنہ زبان میں نازل ہونا بتاتا ہے کہ قرآن مجید نا صرف اپنے مضامین اور علوم کی بنا پر بلکہ عربی زبان میں ہونے کی وجہ سے بھی اپنے اسلوب بیان میں بھی دوسری کتب سے ممتاز ہے اور عظیم الشان تعلیم کو احسن پیرائے سے بیان کرتا ہے۔

قرآنی بیان مربوط اور منظم ہے

دیکھا گیا ہے کہ ایک مقرّر یا مصنّف اپنے بیان یا تصنیف کو اس رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ الفاظ اور جملوں کی ترتیب اور ترکیب سب میں ایک ربط پایا جائے مگر قرآن مجید کا کمال اور اعجاز یہ ہے کہ وہ اپنے بیان کو اس طرح پیش کرتا ہے کہ صرف الفاظ اور جملے ہی اپنے اند ربط اور ترتیب کو لیے ہوئے نہ ہوں بلکہ اظہارِ مضمون ایسے رنگ میں ہوتا ہے کہ خیالات کا تعلق اور ربط خود بخود ظاہر ہوتا جاتا ہے۔ قرآن مجید الفاظ، آیات اور پھر سورتوں کے لحاظ سے باہم ایک غیر منفک ربط رکھے ہوئے ہے اور حسن وجمال کا پیکر ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الکھف میں لَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا کہہ کر ہر معترض کا منہ بند کردیا کہ اس قرآن میں کسی قسم کی کوئی کجی نہیں۔ ہر لحاظ سے مکمل اور مربوط اور حسنِ کلام کا شاہکار ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرّابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

'' قرآن کریم کے اندر یہ کمال پایا جاتا ہے جو مستقلاً مسلسل بغیر استثناء کے شروع سے آخر تک چلتا ہے اور وہ کمال یہ ہے کہ اس میں ایک بطن نہیں بلکہ بہت بطون ہیں۔ یعنی ایک سطح معنوں کی چلتی ہے اور اس کے نیچے پھر ایک اور معنوں کی سطح چلتی ہے اور اس ظاہری سطح کے نیچے باطن میں مختلف مضامین کے دھاگے ایک دوسرے سے بندھے ہوئے آگے چلتے جاتے ہیں۔ ان کو بطون کہا جاتا ہے یعنی پیٹ کے اندر قرآن کریم کے بہت سے مضامین مخفی ہیں اور جس طرح ظاہری مضامین کا ایک ربط ہے اسی طرح باطنی مضامین کا بھی ربط ہے جو ایک آیت کے مضمون کو دوسری آیت کے مضمون سے ملاتا چلا جاتا ہے۔'' (خطبہ عید الاضحیہ، فرمودہ ٣ جولائی ١٩٩٠)

قرآنی بیان فصیح و بلیغ ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے لیے عربی زبان کو چنا جو اپنی خصوصیات کے لحاظ سے دنیا کی تمام زبانوں پر فوقیت رکھتی ہے اسی لے ''اُمّ الالسنہ'' کہلاتی ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

''یہ بات ماننی پڑتی ہے کہ یہ زبان نہ صرف اُمّ الالسنہ ہے بلکہ الٰہی زبان ہے جو خدا تعالیٰ کے خاص ارادہ اور الہام سے پہلے انسان کو سکھائی گئی اور کسی انسان کی ایجاد نہیں اور پھر اس بات کا نتیجہ کہ تمام

زبانوں میں الہامی زبان صرف عربی ہی ہے یہ ماننا پڑتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی اکمل اور اتمّ وحی نازل ہونے کے لیے صرف عربی زبان ہی مناسبت رکھتی ہے کیونکہ یہ نہایت ضروری ہے کہ کتابِ الٰہی جو تمام قوموں کی ہدایت کے لیے آئی ہے وہ الہامی زبان میں ہی ہو اور ایسی زبان میں ہو جو اُمّ الالسنہ ہو تا اس کو ہریک زبان اور اہلِ زبان سے ایک فطری مناسبت ہو اور تا وہ الہامی زبان ہونے کی وجہ سے وہ برکات اپنے اندر رکھتی ہو جو ان چیزوں میں ہوتی ہیں جو خدا تعالیٰ کے مبارک ہاتھ سے نکلتی ہیں“ ۔

(منن الرّحمان، روحانی خزائن جلد ۹، صفحہ ۱۲۹)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو عربی زبان عطا کرکے اس کا اس رنگ میں بھی اعجازی ہونا ثابت کر دیا کہ یہ کتاب اپنے اسلوب بیان میں نا صرف دیگر صحف سماویہ پر سبقت لے گئی بلکہ اپنی علّت غائی اور مدعا بیان کرنے میں امتیازی خصوصیات کی حامل ہے۔

یہ امتیاز عربی زبان کے مرہون منّت ہے کیونکہ رسول کریم صلیّ اللہ علیہ وسلم پر وہ حقیقی نور اترنا مقدر تھا کہ جس میں عربی زبان نے اپنی اصلی اور اکمل حالت میں رجوع کرنا تھا۔ چنانچہ قرآن مجید وہ الہامی کتاب ثابت ہوئی جس نے الٰہی زبان کے ہر لفظ کو اس کے محلّ پر رکھ کر ثابت کر دیا کہ یہی وہ ربّانی زبان ہے جو ابتدائے آفرینش سے اظہار خیال کے لیے مستعمل رہی ہے اور آج بھی اپنی فصاحت و بلاغت کا نکارہ بجا رہی ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

”جب وہ کتاب دنیا میں آئی جو حقیقی نور دکھلاتی ہے تو اس روشنی کی کچھ حاجت نہ رہی جو تاریکی سے ملی ہوئی تھی اور زمانہ اپنی اصلی حالت کی طرف رجوع کر آیا اور تمام الفاظ اپنی اصلی حالت پر آ گئے۔ یہی بھید تھا کہ قرآن کریم بلاغت فصاحت کا اعجاز لے کر آیا کیونکہ دنیا کو سخت حاجت تھی کہ زبان کی اصل وضع کا علم حاصل ہو۔ پس قرآن کریم نے ہر ایک لفظ کو اس کے محلّ پر رکھ کر دکھلادیا اور بلاغت اور فصاحت دین کی دو آنکھیں بن گئی“ ۔ (منن الرحمان، روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 159 حاشیہ)

قرآن مجید کے عربی زبان میں نزول کی بابت چند آیات ذیل میں پیش ہیں۔

اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ قُرۡءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ

(سورۃ یوسف آیت:3)

یقیناً ہم نے اسے عربی قرآن کے طور پر نازل کیا تاکہ تم عقل کرو۔

وَكَذٰلِكَ اَنۡزَلۡنٰهُ قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا (سورۃ طٰہٰ آیت : ۱۱۴)

ور اسی طرح ہم نے اُسے فصیح و بلیغ قرآن کی صورت میں اتارا ہے

كِتٰبٌ فُصِّلَتۡ اٰيٰتُهٗ قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ (سورۃ حٰم السجدہ آیت: ۴)

یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی آیات کھول کھول کر بیان کردی گئی ہیں۔ ایک ایسے قرآن کی صورت میں جو نہایت فصیح و بلیغ ہے، ان لوگوں کے فائدہ کے لئے جو علم رکھتے ہیں۔

اِنَّا جَعَلۡنٰهُ قُرۡءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ (سورۃ الزخرف آیت :۴)

یقینا ہم نے اسے فصیح وبلیغ قرآن بنایا تا کہ تم عقل کرو۔

هٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيۡنٌ (سورۃ النحل آیت : ۱۰۴)

یہ (قرآن کی زبان) ایک صاف اور روشن عربی زبان ہے۔

فصاحت و بلاغت کی تعریف زبان دان کچھ یوں کرتے ہیں کہ فصیح وہ کلمہ ہوتا ہے جس میں ضعفِ تالیف نہ ہو یعنی زبان کے قواعد سے ہٹا ہوا نہ ہو۔ تنافرِ کلمات یعنی جس کی ادائیگی میں مشکل اور سامع پر بوجھ نہ ہواور تعقید یعنی مبہم اور پیچیدہ جیسے عیوب نہ ہوں۔ جبکہ بلیغ کلمہ وہ ہوتا ہے جو فصیح ہو اور ما فی الضمیر کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ مقتضائے حال کے مطابق ہو۔ مقتضائے حال کا مطلب یہ ہے کہ جہاں تفصیل کی ضرورت ہو وہاں اختصار نہ ہو اور جس جگہ اختصار و ایجاز چاہیے وہاں طوالت نہ ہو، کس جگہ مبتداء اور خبر مقدم ہوں اور کس جگہ مؤخر، کہاں معرفہ کا استعمال ہونا چاہیے اور کس جگہ نکرہ کا، کہاں حذف کی ضرورت ہے اور کہاں مجاز کو استعمال کرنا ہے۔ گویا کسی بھی کلام کو موقع و محل کے مطابق بنانے کو ’مقتضائے حال‘ کہتے ہیں ۔ اہلِ علم حضرات نے علم بلاغت کو مزید شاخوں میں تقسیم کیا ہے۔ جن میں سے علم بیان، علم معانی اور علم بدیع اہم شاخیں ہیں ۔ (البلاغۃ الواضحۃ صفحہ ۶ تا ۸)

فصاحت و بلاغت کی کلید اس امر میں ہے کہ کلام سلاست ولطافت کے ساتھ بمقتضائے حال انسانی ضروریات کو پورا کر سکے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اس امر پر اس طرح روشنی ڈالتے ہیں:

” خدا کا فصیح کلام معارفِ حقّہ کو کمال ایجاز سے، کمال ترتیب سے، کمال صفائی اور خوش بیانی سے لکھتا ہے اور وہ طریق اختیار کرتا ہے جس سے دلوں پر اعلیٰ درجہ کا اثر پڑے اور تھوڑی سی عبارت میں وہ علوم الٰہیہ سما جائیں جن پر دنیا کی ابتداء سے کسی کتاب یا دفتر نے احاطہ نہیں کیا۔ یہی حقیقی فصاحت و بلاغت ہے۔“۔ (براہینِ احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ ۴۷۶ حاشیہ)

قرآنی بیان علّتِ غائی کا آئینہ دار ہے

قرآن مجید کی علّتِ غائی لوگوں کو ہدایت کے راستہ

پر گامزن کرنا ہے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛۚ فِيْهِ ۚ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (سورۃ البقرۃ آیت:3)

یہ ”وہ“ کتاب ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ ہدایت دینے والی ہے متقیوں کو۔

اسی طرح فرمایا:

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا (سورۃ الدھر آیت : ۳۰)

یقیناً یہ ایک بڑی سبق آموز نصیحت ہے پس جو چاہے اپنے ربّ کی طرف (جانے والی) راہ پکڑلے۔

قرآنِ کریم نے اپنے اس مقصد کو بھرپور طور پر ادا کیا ہے اور وہ تمام اسلوب اور طریقے اپنائے ہیں جس سے کسی بھی شخص کو ہدایت کا راستہ تلاش کرنے میں مشکل پیش نہیں آتی۔

کہیں قرآن کریم ذکر اور فکر کی قوتوں کو اُجاگر کرتا ہے جس کے نتیجہ میں انسان اپنے خالق کی طرف رجوع کرتا ہے جو حقیقی مسبّب الاسباب ہے۔ارشاد باری ہے:

الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا (سورہ اٰل عمران آیت : ۱۹۲) یعنی وہ لوگ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے ہوئے بھی اور بیٹھے ہوئے بھی اور اپنے پہلوؤں کے بل بھی اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غوروفکر کرتے رہتے ہیں۔ (اور بے ساختہ کہتے ہیں) اے ہمارے ربّ! تُو نے ہرگز یہ بے مقصد پیدا نہیں کیا۔

ایک اور جگہ اللہ نے مخلوق پر ہونے والی نعمتوں کا حوالہ دے کر اپنے خالق ہونے کا یوں ذکر فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ۖ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ (سورہ فاطر آیت: 4)

اے لوگو! اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو۔ کیا اللہ کے سوا بھی کوئی خالق ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق عطا کرتا ہے؟ کوئی معبود نہیں مگر وہ۔ پس تم کہاں اُلٹے پھرائے جاتے ہو۔

گویا قرآنِ کریم کا اسلوبِ بیان ہر اس اعلیٰ طریق کو اپنائے ہوئے ہے جس سے اس کے قاری کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اور ہدایت کے راستے پر چلنے والا ہو۔

فِدًى لَّكَ رُوْحِيْ اَنْتَ تُرْسِيْ وَمَأْزَرِ
تُلَبِّيْكَ رُوْحِيْ دَائِمًا كُلَّ سَاعَةٍ
وَاِنَّكَ مَهْمَا تَحْشُرِ الْقَلْبَ يَحْضُرُ
وَتَعْصِمُنِيْ فِيْ كُلِّ حَرْبٍ تَرَحُّمًا
فِدًى لَّكَ رُوْحِيْ اَنْتَ دِرْعِيْ وَمِغْفَرُ
يُنَوِّرُ ضَوْءُ الشَّمْسِ وَجْهَ خَلَائِقٍ
وَلٰكِنْ جَنَانِيْ مِنْ سَنَاكَ يُنَوَّرُ
تُحِيْطُ بِكُنْهِ الْكَائِنَاتِ وَسِرِّهَا
وَتَعْلَمُ مَا هُوَ مُسْتَبَانٌ وَّ مُضْمَرُ

اے میرے مُحسن! میں تیری ثناء اور شکر کرتا ہوں۔ میری روح تجھ پر فدا ہو۔ تو میری ڈھال اور قوت ہے۔

میری روح ہمیشہ ہر گھڑی تجھے لبیک کہتی ہے اور بے شک تو جب بھی میرے دل کو بلاتا ہے وہ حاضر ہو جاتا ہے۔

اور تُو مجھے از راہِ ترحّم ہر لڑائی میں بچا لیتا ہے۔ میری روح تجھ پر قربان جائے، تُو ہی میری زِرہ اور خود ہے۔

سورج کی روشنی تو مخلوق کے چہرے کو منور کرتی ہے لیکن میرا دل تیرے نور سے منوّر ہوتا ہے۔

تو کائنات کی کُنہ اور بھیدوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور جو ظاہر ہے اور جو (دل میں) پوشیدہ ہے تُو اسے خوب جانتا ہے۔

(القصائد الاحمدیہ مترجم صفحہ 36، 37)

تربیت اولاد اور ہماری ذمہ داریاں

ناصر محمود ۔ زعیم مجلس انصاراللہ سسکاٹون ساؤتھ

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا (التحریم:۷) " اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ"۔ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اپنی اور اپنی اولاد اور نسلوں کی اصلاح اور ان کی تربیت کی طرف توجہ دلائی ہے تاکہ اس اصلاح اور تربیت کے نتیجے میں ان کے اندر اعلیٰ اخلاق پیدا ہوں اور ان کا اپنے خالق حقیقی کے ساتھ مضبوط اور زندہ تعلق پیدا ہواور اس تعلق کے نتیجے میں وہ اپنے پیدا کرنے والے کے قریب سے قریب تر ہوں۔

کسی بھی قوم کی ترقی اور کامیابی کا انحصار آئندہ نسل کی اعلیٰ تربیت اور ان کے اعلیٰ اخلاق پر ہوتا ہے۔اگر تربیت اولاد پر توجہ نہ دی جائے تو ان کے متعلق بھی خطرہ ہوتا ہے کہ کہیں وہ بھی معاشرتی برائیوں اور بری عادات میں مبتلا نہ ہو جائیں جس کے نتیجہ میں وہ اس اعلیٰ مقصد سے دُور ہوتے جاتے ہیں جو انسانی پیدائش کا سبب ہے۔پس خداتعالیٰ سے دُوری ہی وہ آگ ہے جس سے ہر مومن کو بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ حضورﷺ فرماتے ہیں کہ اچھی تربیت سے بڑھ کر کوئی بہترین اور اعلیٰ تحفہ نہیں جو باپ اپنی اولاد کو دے سکتا ہے۔ (ترمذی ابواب البر والصلۃ باب فی ادب الولد۔بحوالہ حدیقۃالصالحین۔) اللہ تعالیٰ نے ہر بچے کو فطرت صحیحہ پر پیدا کیا ہے پھر اس کے والدین اس کے کردار اور اخلاق میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اس چھوٹی عمر سے ہی بچے کے سامنے نیک نمونہ پیش کرنا چاہئے اور کوئی ایسا کام اور عمل نہ کریں جو اسلامی تعلیم کے مخالف ہو اور بچے کی تربیت پر منفی اثر ڈالے۔بچہ چونکہ نقال ہوتا ہے اس لئے وہ اپنے بڑوں کی تمام حرکات و سکنات کو نوٹ کرتا رہتا ہےاور جیسے جیسے وہ بڑا ہوتا جاتا ہےاپنے بڑوں کے رویّوں کے مطابق عمل شروع کر دیتا ہےاور اپنے آپ کو اسی طریق پر ڈھالنا شروع کر دیتا ہے۔انسانی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ جو بات باربار اور مدتوں تک اس کے کانوں میں پڑتی رہےوہ اس کا اثر ضرور قبول کرتا ہےاور اسی طرح سے جو چیزیں وہ اپنے سامنے ہوتی دیکھتا ہےان سے بھی اس کا تعلق ہوتا چلا جاتا ہے۔اس لئے تربیت اولاد کے ضمن میں بچے کی ابتدائی عمر سے ہی بہت احتیاط اور سلیقہ مندی کی ضرورت ہے۔ ہمارے مذہب اسلام میں جہاں اللہ تعالیٰ نے اولاد کو والدین کے ساتھ حسن سلوک پر زور دیا ہےوہیں والدین پر بھی یہ ذمہ داری ڈالی ہےکہ وہ اپنی اولاد کی صحیح تعلیم و تربیت کا خیال رکھیں۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: اکرموا اولادکم و احسنو ادبھم (ابن ماجہ) کہ اپنی اولاد کی عزت کر و اور انہیں اچھے آداب سکھاؤ۔بچوں کی اعلی تعلیم و تربیت ان کی دنیاوی زندگی کو سنوارنے کے ساتھ ساتھ ان کی عاقبت کو سنوارنے کا باعث بھی بن سکتی ہے۔اور اس طرح سے وہ معاشرے، سوسائٹی اور قوم و ملک کے مفید وجود بن سکتے ہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: "خود نیک بنو اور اپنی اولاد کے لیے ایک عمدہ نمونہ نیکی اور تقویٰ کا ہو جاؤ اور اس کو متقی اور دیندار بنانے کے لیےسعی اور دعا کرو۔جس قدر کوشش تم ان کے لیے مال جمع کرنے کی کرتے ہواسی قدر کوشش اس امر میں کرو...وہ کام کرو جو اولاد کے لیے بہترین نمونہ اور سبق ہواور اس کے لیے ضروری ہے کہ سب سے اوّل خود اپنی اصلاح کرو۔اگر تم اعلیٰ درجے کے متقی اور پر ہیزگار بن جاو گے۔اور خداتعالیٰ کو راضی کر لو گےتو یقین کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے ساتھ بھی اچھا معاملہ کرے گا "۔(ملفوظات جلد 4صفحہ444۔445۔ایڈیشن ۲۰۰۳ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:"اسلام نے اس بات پر زور دیا ہےکی بچے کو بچپن کی عمر میں ہی اسلامی تعلیم کی بنیادی باتیں سکھانا شروع کر دینا چاہیے جیساکہ حضرت لقمانؑ کا بچے کو وعظ کے رنگ میں ان حقائق اور صداقتوں کی طرف متوجہ کرنا جو قرآن کریم کی صداقتیں اس زمانہ کے لوگوں کو دی گئی ہیں۔اسی طرح حضرت مریمؑ کا واقعہ ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے اور اسی قسم کے دوسرے واقعات ہیں جن میں اسلام کی بنیادی تعلیم کو بیان کیا گیا ہے۔ان سب واقعات سے پتہ چلتا ہےکہ بچے کو بچہ کہہ کر اس کی تعلیم اور تربیت سے غافل نہیں ہونا چاہئے"۔(

خطبات ناصر جلد دوم صفحہ ۹۰ ۷۔خطبہ)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ العزیز فرماتے ہیں:

" انصار کی عمر تو ایک ایسی عمر ہے جس میں آپ تربیت کر تو سکتے ہیں لیکن آپ کی تربیت کرنی

مشکل ہے۔تو اس کے لئے بڑا آسان اصول ہے کہ آپ کے ذمہ جو فرض لگایا گیا ہے تربیت کرنے کا،اس کو پورا کریں،بچوں اور نوجوانوں کی تربیت کی طرف توجہ دیں۔اپنی بھی تربیت ساتھ ساتھ ہوتی جائے گی''۔ (سبیل الرشاد جلد چہارصفحہ ۱۶۔ناشر مجلس انصاراللہ پاکستان سن اشاعت جولائی ۲۰۱۴ء)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہمیشہ صراط مستقیم پر چلائے اورہم اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو کما حقہ نبھانے والے ہوں اسی طرح اپنی اولاد کی بھی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اعلیٰ رنگ میں تربیت کرنے والے ہوں ۔ آمین

سال نو کے آغاز پر حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تہجد اور دعاؤں کی تحریک
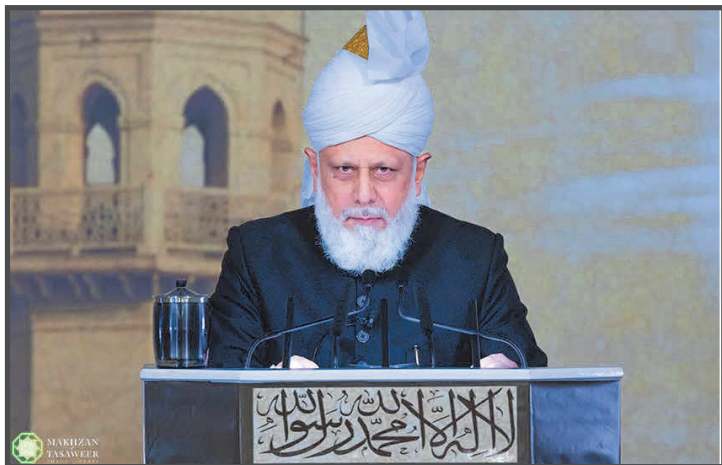
حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مورخہ ۳۱ دسمبر ۲۰۲۱ ء کے آخر پر فرمایا کے یہ دعائیں بھی درود شریف اور استغفار کے علاوہ کثرت سے پڑھا کریں کہ:

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ

اے ہمارے رب ! ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ ہونے دے بعد اس کے کہ تو ہمیں ہدایت دے چکا ہو اور ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا کر۔ یقیناً تو ہی بہت عطا کرنے والا ہے۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ

کہ اے ہمارے رب! ہمارے گناہ بخش دے اور اپنے معاملے میں ہماری زیادتی بھی اور ہمارے قدموں کو ثبات بخش اور ہمیں کافر قوم کے خلاف نصرت عطا کر۔

اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات پر عمل کرنے والا بنائے۔آمین

میرے آقا کی محبت اپنے خالق کے نام

عابد محمود ۔ مونٹریال ایسٹ

انسان کی فطرت ہے کہ محبت کی انتہا کو چھوتے ہوئے اپنے محبوب کا عکس بن جاتا ہے، اس کی پسند اور ناپسند کو اپنی خواہشوں پر فوقیت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے

کہ میرا رنگ اختیار کرو۔ ہم اپنے پیارے آقا محمد ﷺ کی سیرت پر نظر دوڑائیں تو ہمیں واضح نظر آتا ہے کہ آپؐ نے اپنے خالق کے ہر حکم کو اپنی ذات میں جذب کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ''سچی محبت کرنے والا اپنے محبوب میں فنا ہو جاتا ہے۔ اپنے محبوب کے گریبان سے ظاہر ہوتا ہے اور ایسی تصویر اس کی اپنے اندر کھینچتا ہے کہ گویا اسے پی جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ اس میں ہوکر اور اس کے رنگ میں رنگین ہوکر اور اس کے ساتھ ہوکر لوگوں پر ظاہر کردیتا ہے کہ وہ در حقیقت اس کی محبت میں کھو یا گیا ہے''۔

(نور القرآن نمبر ۲، روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۴۳۱)

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ محبوب کو خوش کرنے کا ایک راستہ تو یہ ہے کہ ہر وہ کام کیا جائے جسے وہ پسند کرتا ہے اور دوسرا یہ کہ ہر اس کام سے اجتناب کیاجائے جو اسے ناپسند ہو۔ آنحضرت ﷺ کی اپنے خالق سے محبت کا اظہار سب سے زیادہ شرک سے نفرت میں نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شرک کو سب سے بڑا گناہ قرار دیا ہے، آنحضرت ﷺ کی ولادت عرب کے قبیلہ قریش میں ہوئی جن کے ہاں بتوں کی بڑی تعظیم تھی۔

ایک دفعہ آپؐ حضرت خدیجہؓ کا مال تجارت لے کر ملک شام گئے تو کسی شخص نے لات اور عزیٰ کی قسم لینا چاہی تو آپؐ نے فرمایا میں نے آج تک نہ ان بتوں کی قسم کھائی ہے اور نہ ان کی طرف توجہ کی ہے۔ (طبقات کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۱۵۶)

ترمذی میں ذکر ہے کہ ایک دفعہ آپؐ نے خطبہ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! جھوٹی گواہی اللہ کے ساتھ شرک کرنے کے برابر ہے۔ پھر آپؐ نے سورۃ الحج کی آیت نمبر 31، 32 پڑھی جس کا ترجمہ ہے ''پس بتوں کی پلیدی سے احتراز کرو اور جھوٹ کہنے سے بچو،ہمیشہ اللہ کی طرف جھکتے ہوئے ، اس کا شریک نہ ٹھہراتے ہوئے۔ اور جو بھی اللہ کا شریک ٹھہرائے گاتو گویا وہ آسمان سے گر گیا پس یا تو اسے پرندے اُچک لیں گے یا ہوا اسے کسی دور جگہ جا پھینکے گی''۔

اپنے خالق سے محبت کا دوسرا پہلو آپؐ کی عبادات میں نظر آتا ہے۔ دعویٰ نبوت سے پہلے سے ہی آپؐ کا دل اپنے خالق کی محبت سے سرشار رہتا تھا۔ جوانی کی عمر سے ہی آپ اپنے مالک کی عبادت میں مشغول رہتے تھے جس کے لیے باقاعدگی سے غار حرا جاتے اور تنہائی میں اپنے خالق سے ہمکلام ہوتے۔ کم عمری سے ہی نیک اور سچی خوابوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپؐ اپنے مالک کے سچے عاشق تھے اور آپؐ کی محبت کا اظہار آپؐ کی نمازوں، عبادات، دعاؤں اور ذکر الٰہی میں ہوتا ہے۔ آپؐ کی خالص عبادتیں محض خدا کی رضا کے لیے وقف تھیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ ''اے نبی تو کہہ دے میری نماز، میری قربانیاں، میری زندگی اور میری موت اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ مجھے اسی امر کا حکم دیا گیا ہے اور میں اُس کا سب سے پہلا فرمانبردار ہوں''۔ (الانعام: ۱۶۳،۱۶۴)

آنحضرت ﷺ کی خدا سے محبت کا اظہار توحید کا پرچار کرنے میں بھی نظر آتا ہے۔ آپؐ نے ایسے دور میں نعرۂ توحید بلند کیا جب اہل عرب شرک اور بت پرستی میں گھرے ہوئے تھے جیسے ہی آپؐ نے اہل مکہ کو لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا پیغام دیا تو وہ سب آپ کے سخت دشمن ہوگئے۔ ان مشکل حالات میں بھی آپ کے قدم ہرگز نہ ڈگمگائے اور آپ نے توحید کے پیغام کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے رکھا۔ زندگی میں ابتلاؤں کے ایسے دور بھی دیکھے جب آپ اور آپ کے صحابہ کرام کی جانوں کو خطرہ تھا تب بھی آپؐ نے توحید کی عظمت پر آنچ نہ آنے دی۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ غزوہ بدر کے موقع پر ایک بہت بہادر مشرک آدمی نے مال غنیمت کے لالچ میں آپ کا ساتھ دینے کا ارادہ دکھایا۔ صحابہ کرام یہ جان کر خوش ہوئے کہ اتنا طاقتور شخص ہمارے ساتھ مل رہا ہے لیکن آپؐ نے اس شخص کو اُس وقت تک اجازت نہ دی جب تک وہ ایمان نہ لے آیا۔

جنگ احد میں مسلمانوں کا کافی جانی نقصان ہوا۔ آپؐ نے کچھ زخمی صحابہ کرام کے ساتھ ایک پہاڑی پر پناہ لی۔ اس موقع پر ابو سفیان نے اُعل ھبل

یعنی ہبل (بت) کی شان بلند ہو، کا نعرہ لگایا۔ یہ سن کر آپؐ نے چھپے ہوئے صحابہ کو حکم دیا کہ باہر نکل کر اللہ اعلیٰ و اجل (یعنی اللہ ہی سب سے بلند اور جلال والا ہے) کا نعرہ لگاؤ اور مقابلہ کرو۔ آپ کی اپنے مالک سے محبت کے بارے میں اہل مکہ عام کہتے تھے کہ عشق محمد ربّہ یعنی محمدؐ تو اپنے رب پر عاشق ہوگیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ''کیونکہ یہ محبت کا تقاضا ہے کہ ایک محب صادق کو ہمیشہ یہ فکر رگی رہتی ہے کہ اس کا محبوب اس پر ناراض نہ ہوجائے اور چونکہ اس کے دل میں ایک پیاس لگا دی جاتی ہے کہ خدا کامل طور پر اس سے راضی ہو اس لیے اگر خدا تعالیٰ یہ بھی کہے کہ میں تجھ سے راضی ہوں تب بھی وہ اس قدر پر صبر نہیں کر سکتا .... جب انسان کے اندر محبت کا چشمہ جوش مارتا ہے تو وہ محبت طبعًا یہ تقاضا کرتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ خدا تعالیٰ کی رضا حاصل ہو ..... پس محبت کی کثرت کی وجہ سے استغفار کی بھی کثرت ہوتی ہے ''۔ (چشمہ مسیحی، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ ۳۷۸)

ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے حضور ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ! آپؐ تو خدا تعالیٰ کے پہلے ہی مقرب ہیں تو آپ اپنے نفس کو تکلیف میں ڈال کر اتنی عبادت کیوں کرتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا خدا نے اپنا فضل کر کے مجھ اپنا قرب عطا فرمایا ہے تو یہ میرا فرض ہے کہ اس کا شکر ادا کروں۔ (بخاری)

قارئین کرام! اگر ہم نبی آخر الزمان ﷺ اور اس کے سچے عاشق سے محبت کے دعویدار ہیں تو ہمیں بھی اپنے خالق سے اسی رنگ میں محبت کا اظہار کرنا ہوگا جیسے انہوں نے ہمیں سکھایا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک مومن کے عشق الٰہی کے معیار کے بارے میں فرمایا : ''مومن کا رنگ عاشق کا رنگ ہوتا ہے اور وہ اپنے عشق میں صادق ہوتا ہے اور اپنے معشوق یعنی خدا کے لیے کامل اخلاص اور محبت اور جان فدا کرنے والا جوش اپنے اندر رکھتا ہے اور تضرع اور ابتہال اور ثابت قدمی سے اس کے حضور قائم ہوتا ہے۔ دنیا کی کوئی لذت اس کے لیے لذت نہیں ہوتی۔ اس کی روح اسی عشق میں پرورش پاتی ہے''۔(ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۳۲)

1350 AM
Toronto
Saturday 5 - 6 pm
RADIO AHMADIYYA
THE REAL
VOICE OF ISLAM
Every Sunday 6:00 8:00 pm
/VoiceOfIslamCA